شو پیس

انیس فاطمہ

شیوم اسٹوڈیو، کلہوا چوک، پوسٹ کلہوا، ویا کلواری، ضلع مظفر پور۔843108

راشد کا دل اسکول جانے کو بالکل نہیں چاہ رہا تھا۔ دراصل آج دہلی سے اس کے ماموں جان آنے والے تھے اور ان کے ساتھ اس کا ماموں زاد بھائی حشم بھی آ رہا تھا۔ حشم کے ساتھ کھیلنا، باتیں کرنا اور پڑھنا لکھنا راشد کو اچھا لگتا تھا۔ یہ اور بات تھی کہ راشد کی بنسبت حشم تخلیقی کارکردگی میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔

امی نے راشد کو کافی سمجھایا کہ ماموں جان اور حشم رات کی گاڑی سے آ رہے ہیں۔ پھر اُسے اسکول سے بلا ضرورت ناغہ کرنے سے کیا ملے گا۔

لیکن راشد نہیں مانا۔ امی کو جب اس بات کا علم ہوا کہ آج اسکول میں ہاف ڈے ہے تو نہ چاہتے ہوئے بھی انھوں نے چھٹّی کرنے کی اجازت دے دی۔ اجازت ملتے ہی راشد خوشی کے مارے اُچھل پڑا اور دوڑ پڑا اپنے کمرے کی طرف۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنا خاص صندوق کھولا۔ جس میں مُختلف قسم کی ٹوٹی پھوٹی چیزیں مثلاً ٹرانزسٹر، بیٹری، اسپیکر، بلو توتھ، چارجر، ٹیپ، موٹا پتلا وائر، بلب، پلاسٹک کا خالی ڈبہ، اِسکرو، نٹ بولٹ، ہولڈر، کی بورڈ، کانٹی، سوئچ، لائٹر......اس طرح کی نہ جانے اور بھی کتنی استعمال شدہ اور ضائع شدہ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اُس نے کمرے کو چپ چاپ اندر سے بند کر لیا اور کافی دیر تک کمرے سے باہر نہیں نکلا۔ وہ اپنے کام میں کچھ اتنا مصروف تھا کہ اُسے کھانا کھانے تک کی فرصت نہیں تھی۔ البتہ امی جان کے آواز دینے پر وہ چونکا اور جلدی جلدی اپنا سامان سمیٹنے لگا، پھر کمرے سے باہر آ گیا۔

کھانا کھانے کے بعد راشد سو گیا۔ صبح جاگا تو اس نے اپنے بغل والے بستر پر حشم کو سوتا ہوا پایا۔ راشد سمجھ گیا کہ اُس کے سو جانے کے بعد رات کے کسی پہر ماموں جان آ گئے تھے۔ صبح ہوتے ہی راشد نے حشم کو نیند سے بیدار کیا اور علیک سلیک کے بعد کہا کہ وہ اُسے ایک تحفہ دینا چاہتا ہے۔

اپنے کمرے یعنی تجربہ گاہ میں پہنچ کر راشد نے جب اپنا صندوق کھولا تو حشم اُس میں رکھی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر سوچنے لگا کہ لگتا ہے راشد کچھ پاگل ہو گیا ہے، جو ایسی ٹوٹی پھوٹی بیکار چیزوں کو اِس قدر سنبھال کر رکھے ہوئے ہے، مگر حشم اُن ٹوٹی پھوٹی چیزوں میں پوشیدہ اُن کی ضرورتوں کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

’’راشد! کیا یہی ہیں وہ چیزیں، جوتم مجھے تحفے کے طور پر دینا چاہتے ہو؟‘‘حشم کے لہجے میں حیرت اور بیزاری تھی۔ اُس نے مزید کہا،’’ان چیزوں کوتو کوڑے کے ڈھیر میں ہونا چاہیے۔ بھلا صندوق میں ان کا کیا مقام؟.....بھلا بیکار چیزوں سے بھی کارآمد چیزیں بنتی ہیں؟‘‘

’’بیشک!‘‘ اتنا کہنے کے بعد راشد نے حشم کو سمجھاتے ہوئے کہا’’ڈیئر حشم! تم ان ٹوٹی پھوٹی چیزوں میں پوشیدہ ان کی اصلیت کونہیں پہچان پا رہے ہو۔تم دیکھنا، ہم ان بے کار کی چیزوں سے ایک ایسا شاہکار بنائیں گے، جسے ہر کوئی بس دیکھتا ہی رہ جائے گا۔ میرے صندوق میں رکھا یہ کباڑ کسی کی نظر میں بے کار ہی سہی، پر میری نظر میں بہت کارآمد ہے بھائی۔تمھیں نہیں معلوم کہ ان ہی بیکار چیزوں سے بنی کچھ اچھی چیزوں کے لیے مجھے کئی بار انعام سے نوازا جا چکا ہے۔اسی کباڑ سے میں پھر ایک کارآمد چیز تمہارے لیے بناؤں گا۔‘‘

پھر کیا تھا! راشد نے حسب عادت اپنی کسی نئی سوچ کو ایک نیا پیکر دینا شروع کیا۔ وہ حشم کو ساتھ لے کر روزانہ اُس کمرے میں چلا جاتا...اور اُن بیکار کی چیزوں سے کچھ نیا بنانے کی کوشش میں مشغول ہو جاتا۔

آخر کار جلد ہی اُس کی محنت و ذہانت رنگ لائی۔ یعنی راشد نے اُس کباڑ سے اپنے ماموں زاد بھائی کے لیے ایک ’شوپیس‘ تیار کرلیا۔

راشد کی اس کارکردگی سے حشم بے حد متاثر اور خوش ہوا۔ساتھ ہی اُسے بے کار چیزوں کی اہمیت کا اندازہ بھی خوب ہوا۔

راشد نے جب وہ شوپیس گھر والوں کو دکھایا تو گھر والوں نے اُس کی ذہانت پر اُسے پھر شاباشی دی۔

’’اتنی چھوٹی عمر میں ایسا بہترین تخلیقی کارنامہ، جیتے رہیے راشد میاں۔آپ جیسے بچے ملک وقوم کے مستقبل کو روشن کریں گے‘‘ کہتے ہوئے ماموں جان نے راشد کو گلے لگالیا اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازنے لگے۔

اس منظر کو دیکھ کر حشم خود کو تنہا ہی نہیں، بلکہ بے وقعت بھی محسوس کر رہا تھا۔لہٰذا اُس نے دل ہی دل میں قصد کیا کہ وہ بھی راشد کی طرح دنیا میں اپنا نام روشن کرے گا اور بے کار کی چیزوں سے شوپیس بنائے گا۔

OO

ضروری اطلاع

’’ایوانِ اردو، دہلی اور’’بچوں کا ماہنامہ اُمنگ‘‘ کو کثیر تعداد میں قلمکاروں کی نگارشات موصول ہوتی ہیں۔ تمام قلمکاروں کو جواب دینا ممکن نہیں ہوتا، جو تخلیقات برائے اشاعت منظور کرلی جاتی ہیں، ان کو حتی الامکان جواب دے دیا جاتا ہے۔جن لوگوں کو منظوری کا جواب موصول ہو جائے وہ اپنی تخلیق دوسری جگہ برائے اشاعت روانہ نہ فرمائیں، جو قلمکار ایسا کرتے ہیں یہ ادبی اور اخلاقی بددیانتی ہے۔ادارہ ایسے قلمکاروں کو’’بلیک لسٹ‘‘ کرنے میں حق بہ جانب ہوگا۔(ادارہ)